دنیا کو اعلیٰ اخلاق کے ساتھ فتح کرو

(فرمودہ ۱۵؍فروری ۱۹۳۵ء)

تشہد، تعوّذ، سورہ فاتحہ اور سورۃ جمعہ کے پہلے رکوع کی درجِ ذیل آیات تلاوت فرمائی یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَالْعَزِیْزُالْحَکِیْمُ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [1]

اِس کے بعد فرمایا:۔

گلے کی تکلیف کی وجہ سے ایک عرصہ سے مردوں میں میرا درس قرآن بند ہے لیکن اس لئے کہ قرآن کی برکات کے بیان کرنے سے زبان کُلّی طور پر محروم نہ رہے مَیں عورتوں میں ہفتہ میں ایک دن درس دیتا ہوں۔ دل میں ہمیشہ یہ خواہش رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر گلے کی تکلیف دُور کر دے تو مردوں میں بھی درس دیا جاسکے اور عورتوں میں ہفتہ بھر جاری رکھا جاسکے لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

اِس ہفتہ عورتوں میں جو درس تھا وہ سورہ جمعہ کے اس رکوع کا تھا جو میں نے ابھی پڑھا ہے۔ جب میں نے درس شروع کیا تو معلوم ہوًا کہ الٰہی تصرف میرے قلب پر اور میری زبان پر ہے اور الٰہی منشاء کے ماتحت بعض ایسی باتیں میری زبان پر جاری ہو رہی ہیں جو پہلے کبھی میرے ذہن میں نہیں آئیں اور چونکہ مَیں نے دیکھا کہ گو ہم پہلے ہی اِس رکوع کو سمجھتے ہیں کہ یہ اِس زمانہ کے متعلق ہے اور اِس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے متعلق پیشگوئی ہے مگر درس کے وقت اِس کے مضامین زیادہ وضاحت کے ساتھ میرے ذہن میں آنے لگے اور مجھے معلوم ہوا کہ خصوصًا ان ایام کے ساتھ اِس رکوع کا زیادہ تعلق ہے۔ تب مَیں نے ارادہ کیا کہ اس کے متعلق مردوں میں بھی تقریر کروں اور چونکہ ان ایام میں جمعہ میں ہی اس کا موقع مل سکتا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ خطبہ میں اس رکوع کے متعلق بعض باتیں بیان کروں جو تفسیر سے تعلق رکھتی ہیں۔ الٰہی تصرف جس وقت ہوتا ہے اس کی نقل تو دوسرے وقت نہیں کی جا سکتی لیکن جو مضمون یاد رہے اسے اپنے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ پس میں اس کے وہ مضامین جو نہایت اہم اور اس قابل ہیں کہ جماعت کو ان سے آگاہ کیا جائے اِس وقت بیان کرتا ہوں۔

سب سے پہلے میں اس امر کی تشریح ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے اس جگہ کیا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سورۃ کی پہلی آیت میں فرماتا ہے **يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ** یعنی زمین و آسمان کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی جو بادشاہ ہے، جو قدوس ہے، جو عزیز ہے اور جو حکیم ہے۔ یہ چار صفات اللہ تعالیٰ کی بیان کی گئی ہیں جن کی تسبیح کو بندوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ ملکیت کی پاکیزگی اور صفائی کس طرح ہے؟ مَلِکٌ کے معنی بادشاہ کے ہوتے ہیں اور بادشاہ کا کام ہوتا ہے ظالم و مظلوم میں انصاف کرنا اور اختلافات کو دور کرنا۔ بادشاہ دراصل تمدنِ انسانی کا ایک نتیجہ ہے، لوگ اکٹھے رہتے ہیں تو ان کے حقوق کے بارے میں جھگڑے بھی ہوتے ہیں، زید، بکر اور خالد اگر الگ الگ رہیں تو ان تینوں میں کوئی جھگڑا نہیں ہوگا لیکن ان کو ایک جگہ بسا دو تو آپس میں اختلاف شروع ہو جائیں گے۔ جُوں جُوں ضرورتیں بڑھتی جائیں گی اختلافات بھی بڑھتے جائیں گے۔ ایک گاؤں میں جہاں ایک ہزار ایکٹر زمین ایک ہی جیسی قابلِ زراعت ہو اور اس میں پانچ چھ گھر آباد ہوں تو وہاں لوگ بہت کم لڑیں گے

۔ ہر شخص زیادہ سے زیادہ دس بیس ایکٹر زمین کاشت کر سکتا ہے پس چونکہ ضرورت کے مطابق ہر ایک کو زمین مل سکے گی اس لئے کوئی جھگڑا ان میں نہیں ہوگا لیکن اگر کچھ حصہ زمین کا اچھا ہو اور کچھ خراب تو اچھی بُری زمین پر جھگڑا ممکن ہے یا پانی پر جھگڑا ہو جائے یا چراگاہ پر یا پھر گھروں میں لڑائیاں ہونی ممکن ہیں لیکن کافی زرخیز زمین کے موجود ہونے کے چراگاہ پر جھگڑا نہیں ہو سکتا غرضیکہ جب فراغت سے چیز میسر ہو تو آپس میں لڑائی کم ہوتی ہے لیکن پانچ چھ گھر سے جب دس، بیس، تیس گھر ہوتے جائیں گے تو ان میں لڑائی کے سامان بھی زیادہ ہوتے جائیں گے پس بادشاہت تمدن کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور اس کی ضرورت ذَوِی العقول اور ذَوِی الحاجات موجودات کے اکٹھے رہنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر ذَوِی العقول نہ ہوں یا میل جول نہ ہو تو بادشاہت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بادشاہت کی ضرورت انہی وجوہات کے ماتحت ہوتی ہے اور سب حکومتیں اس ضرورت کے لئے قائم ہوتی ہیں خواہ بعد میں اسے پورا کریں یا نہ کریں۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں بیسیوں حکومتیں قائم ہونے کے بعد اس غرض کو پورا نہیں کرتیں جن کے لئے وہ قائم ہوتی ہیں بلکہ وہ یہ کرتی ہیں کہ زید کو یا بکر کو توڑ کر علیحدہ کر دیتی ہیں اور پھر ایک کو ساتھ ملا کر دوسرے کے حقوق تلف کرنے لگ جاتی ہیں۔ بعض حکومتوں میں امراء کا زور ہوتا ہے اور وہاں غرباء کی بہت حق تلفی کی جاتی ہے ان سے مُفت کام لیا جاتا ہے اور اگر کوئی اُجرت مانگے تو اُسے گالیاں دی جاتیں اور ٹھڈّے مارے جاتے ہیں۔

تاریخوں میں لکھا ہے کہ فرانس میں پُرانے زمانہ میں غرباء سے بہت سخت سلوک کیا جاتا تھا۔ بیچارے کسانوں کو گھروں سے زبردستی باہر نکال دیا جاتا کہ جا کر مینڈکوں کو چُپ کرائیں تا نوابوں کی نیند میں خلل نہ آئے۔ وہ بیچارے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر باہر نکل جاتے۔ ذرا غور تو کرو ان غریبوں کی کیا حالت ہوتی ہوگی؟ بچوں کو گودیوں میں لے کر کناروں پر بیٹھے ہیں تا جب کوئی مینڈک آ کر ٹرانے لگے جھٹ روڑا مار کر اُسے چُپ کرا دیں۔ یہ بھی بادشاہت تھی۔ آج بھی کئی ایسی حکومتیں ہیں جہاں جابرانہ اور متشددانہ کارروائیاں ہوتی ہیں۔ پُرانے زمانہ میں انگلستان میں بھی کئی ایسی کارروائیاں ہوتی تھیں۔ حال ہی میں یورپ نے ایک شخص کو ولی اللہ قرار دیا ہے اور انگریز قوم اس پر خوشی کا اظہار کر رہی ہے اس شخص نے اس لئے بغاوت کی تھی کہ حکومت چاہتی تھی کہ ملک کو مذہب کی قیود سے آزاد کر دے اور اسی بغاوت میں اس نے جان دے دی آج بھی جہاں ابھی منظّم حکومتیں قائم

نہیں ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ چین میں کئی ایسے علاقے ہیں جہاں ایسی باتیں ہوتی ہیں، مہذّب ممالک میں بھی بعض قسم کے مظالم جاری ہیں، یورپ میں سوشلسٹ امراء کو اتنا غلبہ دیتے ہیں کہ غرباء ترقی نہیں کر سکتے پھر مذہبی لحاظ سے بھی ایسی زبردستیاں حکومتوں کی طرف سے کی جاتی ہیں۔

افغانستان میں ہمارے چار آدمی محض احمدی ہونے کی وجہ سے سنگسار کر دیئے گئے۔ ان کا قصور صرف اتنا تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آواز کو سنا اور اس زمانہ کے مأمور کو قبول کر لیا۔ ان کی شہادت کے واقعات کا بعض یوروپین مصنفوں نے ذکر کیا ہے اٹلی کے ایک انجینئر نے اپنی تصنیف Under The Absolute Amir میں لکھا ہے کہ صاحبزادہ عبداللطیف کا کوئی جُرم نہ تھا اور امیر ان کے خلاف سوائے اس کے کچھ نہ کہہ سکتا تھا کہ اس نے جہاد کا انکار کیا ہے [۲] جس سے میری طاقت کمزور ہوتی ہے اگر مسلمانوں میں سے جہاد کی روح نکل جائے تو میری طاقت ٹُوٹ جائے گی اور اسی وجہ سے آپ کو سنگسار کرا دیا گیا۔ تو دنیا کی حکومتیں باوجود مَلِک ہونے کی مدعی ہونے کے مذہبی طور پر بھی، سیاسی اور تمدنی طور پر بھی سختیاں کرتی ہیں۔ بعض لوگ اس قانون کو جو حکومت ہند نے ایک خاص عمر سے پہلے لڑکے لڑکیوں کی شادی نہ کرنے کے متعلق پاس کیا ہے مذہبی سختی قرار دیتے ہیں۔ ٹرکی میں سب کو انگریزی ٹوپی پہننے پر مجبور کیا جاتا ہے جو تمدنی سختی ہے کانگرس والے ہر اُس شخص کے مخالف ہیں جو کھدّر نہ پہنے یہ بھی تمدنی تصرف کی ایک مثال ہے جو ایک طبقہ دوسرے پر کرتا ہے پھر کئی تعلیمی جبر ہوتے ہیں دو مختلف اللّسان اقوام ایک ملک میں بستی ہیں اور حکومت چاہتی ہے کہ ایک زبان کو مٹا دے اور دوسری کو پھیلائے اور وہ قانون سے مدد لے کر ایسا کر لیتی ہے۔ ہندوستان میں ہندی کو رواج دینے اور اردو کو مٹانے کی کوششیں ہو رہی ہیں، مشرقی یورپ میں کئی حکومتیں دوسری زبانوں کو مٹانے میں لگی ہیں، یہ ملکیت کا علمی لحاظ سے ناجائز استعمال ہے غرضیکہ دنیوی ملکیت کئی قسم کے اعتراضات کے نیچے آتی ہے۔ کبھی اس پر تمدنی، کبھی علمی، کبھی سیاسی اور کبھی مذہبی نقطہ نگاہ سے اعتراض کئے جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ یعنی اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو دیکھو صاف نظر آتا ہے کہ اس کی بادشاہت پر کوئی اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ خدا کی حکومت کو دیکھو، ابوجہل پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے مگر اس کا سورج برابر اسے روشنی پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ہوائیں بدستور اسے فائدہ پہنچاتی ہیں

، گوشت اور ترکاریاں اُسے اسی طرح طاقت پہنچاتی ہیں جس طرح دوسروں کو۔ وہ خدا کے دین کو زبان سے گالیاں دیتا ہے مگر پھر بھی اس کی زبان ہر چیز کا ذائقہ محسوس کرتی ہے، اس کے کان محمد رسول اللہ ﷺ، خدا کے نائب اور وائسرائے کی چغلیاں سنتے رہتے ہیں مگر پھر بھی سماعت کی قوت سے محروم نہیں ہوتے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم نہیں کیا جاتا یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ ابوجہل کو اُس کے گناہوں کی جو سزا پہنچتی ہے وہ اسی دائرے کے اندر پہنچتی ہے جس میں وہ اسے مجرم قرار دے لیتا ہے۔ چور چوری کرتا ہے اور کسی کا حلوا چُرا لیتا ہے خدا تعالیٰ اسے چور قرار دیتا ہے مگر یہ نہیں کرتا کہ وہ حلوا اس کی زبان کو کڑوا لگے بلکہ ممکن ہے کہ وہ اسے زیادہ لذیذ معلوم ہو کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو خطرات میں ڈال کر اسے حاصل کیا تھا پھر ممکن ہے وہ چور کے اعصاب کو مالک کی نسبت زیادہ قوت پہنچائے بوجہ اس کے کہ اس کا معدہ زیادہ اچھا ہو پس اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں سزا کا ایک طریق ہے اور وہ اس سے باہر نہیں جاتا۔ وہ یہ نہیں کرتا کہ چونکہ اس نے جُرم کیا ہے اس لئے ہم اسے ہر طرف سے پکڑیں گے۔ پھر دنیا کی حکومتیں ہر جُرم پر پکڑتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ انتظار کرتا ہے تا بندہ کو اصلاح کا موقع ملے لیکن جب دیکھتا ہے کہ اب یہ شخص بند نہیں ہوتا تو پھر گرفت کرتا ہے لیکن اس کی سزائیں محدود ہوتی ہیں۔ دُنیاوی حکومتیں چاہے کتنا اعلیٰ انصاف کرنے والی ہوں پھر بھی ان میں اور الٰہی حکومت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ الٰہی حکومت دیکھو کتنی ہلکی حکومت ہے کہ اس کا پتہ بھی نہیں لگتا اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تمہیں تباہ کردوں گا، میں یہ کردوں گا وہ کردوں گا اور اس طرح گویا وہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ خود خدا ہو گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس جاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لائے اور وہ کہتا ہے میں خود خدا ہوں مگر پھر بھی اس کی زبان کڑوا میٹھا چکھتی ہے، کان سُنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ سب چیزیں اُسے فائدہ پہنچاتی ہیں۔ غور کرو اللہ تعالیٰ کی حکومت کیسی ہلکی ہے۔ فرعون روز دیکھتا ہے کہ اس کا سونا، کھانا، پینا، موت، حیات، بچوں کی پیدائش، بارشیں لانا اور لے جانا، ہواؤں کا چلانا اور روکنا، مختلف امراض کا پیدا ہونا سب باتیں اس کے اختیار سے باہر ہیں مگر پھر بھی اسے محسوس نہیں ہوتا وہ عَلَی الْاِعْلَان کہتا ہے کہ میں ہی خدا ہوں اور کون ہے؟ مگر سورج اسے روشنی پہنچانا بند نہیں کرتا اور اپنی جسمانی طاقتوں سے وہ محروم نہیں ہو جاتا تو خدا کی حکومت اتنی ہلکی ہے کہ اس کا پتہ لگانا بھی مشکل ہوتا ہے اور

اسی بات کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔

خدا کی بادشاہت کا مظہر قرآن کریم ہے اور دیکھو کونسی قوم ہے جس کے حق قرآن کریم میں مارے گئے ہیں۔ ہر ملک، ہر قوم اور ہر طبقہ کے لوگوں کے حقوق کا اس میں لحاظ رکھا گیا ہے۔ وہ خود بادشاہ ہے مگر کہتا ہے کہ اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو، خود بادشاہ ہے مگر کہتا ہے کہ رعایا کو دُکھ اور تکلیف مت دو، وہ سب دولتوں کا مالک ہے مگر حکم دیتا ہے کہ امراء غریبوں پر ظلم نہ کریں اور غریبوں کو ہدایت کرتا ہے کہ امیروں سے معاملات درست رکھو۔ غرض بادشاہ ہو یا رعایا، بڑا ہو یا چھوٹا، عورت ہو یا مرد، سب کے حقوق کی حفاظت قرآن کریم نے کی ہے اور دیکھ لو سب قومیں ہر طرف سے دھکّے کھا کھا کر آخر اسلام کے آستانہ پر آرہی ہیں۔ اسلام میں طلاق کی اجازت ہے پہلے اس پر بہت اعتراض کئے جاتے تھے اور اسے ظلم قرار دیا جاتا تھا مگر اب یہ حال ہے کہ امریکہ کی ایک عورت فوت ہوئی تو ٹائمز نے لکھا کہ اس کے ۱۷ شوہر تھے جن میں سے گیارہ اس کے جنازے میں شریک تھے۔ ایک سے اُس نے اِس وجہ سے طلاق حاصل کی کہ اُس نے ایک ناول لکھا ہے جسے خاوند چھاپنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایک سے اس بناء پر کہ میں سات بجے سے اس کا انتظار شروع کرتی ہوں لیکن یہ آٹھ بجے آتا ہے۔ یا تو وہ حالت تھی کہ مرد عورت کی علیحدگی کسی صورت میں جائز نہ سمجھی جاتی تھی اور اسے ایک بہت بڑا ظلم کہا جاتا تھا یا آج یہ حالت ہے۔ اگرچہ اسلام میں طلاق جائز ہے لیکن مَیں نے اِس زمانہ میں کبھی نہیں سنا کہ کسی مسلمان عورت کے چار سے زائد خاوند ہوئے ہوں۔ جنگی زمانوں میں جب لوگ جان ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے بے شک ایسا ہونا ممکن ہوگا۔ پھر ٹائمز نے جو خبر شائع کی ہے اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہی ریکارڈ ہے ممکن ہے کہ کوئی ۲۷ یا ۳۷ خاوند والی عورت بھی ہو جس کا اُسے علم نہ ہو سکا ہو اسی طرح اور بہت سی تمدنی چیزیں ہیں جن میں دنیا مجبور ہو کر اسلام کی طرف آرہی ہے۔ اسلام نے جوئے سے منع کیا ہے کہا جاتا تھا کہ اس کے بغیر زندگی نہیں مگر اب یہ سوال پیدا ہو رہے ہیں کہ فلاں قسم کا جؤا جائز ہے یا کہ نہیں؟ ایک سے زیادہ بیویوں کا سوال تھا مگر اب یورپ کے تمام بڑے بڑے مصنّفین دھڑلے سے لکھ رہے ہیں کہ ایک سے زیادہ شادیاں نہ کرنا بیوقوفی ہے۔ پھر سود کی اسلام نے ممانعت کی ہے اس کی بھی مخالفت کی جاتی تھی مگر آج سود کی تباہ کاریوں کا سب کو

اعتراف ہے غرضیکہ اسلام کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کی متمدن دنیا نے مخالفت نہ کی ہو اور پھر دھکّے کھا کر اِسی کی طرف نہ آئی ہو۔ یہی مطلب ہے یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کا ، خدا کی بادشاہت کی زمین و آسمان میں تعریف ہو رہی ہے ۔ جس طرح خدا کی بادشاہت بغیر عیب کے ہے اور کوئی نہیں لیکن اس بے عیب بادشاہت کے باوجود اُس نے یہ نہیں کہا کہ تم اپنے میں سے اور بادشاہ نہ بناؤ بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت کرو جس کا مطلب یہ ہؤا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ جس طرح کا میں ملک ہوں ویسے ہی دوسرے بننے کی کوشش کریں ۔ ہماری جماعت میں ملکیت نہیں کہ اسکی مثال پیش کی جاسکے ابھی ہم ہر ملک میں رعایا ہی ہیں کسی جگہ ہماری کوئی ریاست بھی نہیں مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ [۳] یعنی تم میں سے ہر شخص بادشاہ ہے اور اسکی رعیت کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا اور جب آپ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص بادشاہ ہے تو معلوم ہؤا کہ رعایا ہوتے ہوئے بھی انسان ایک رنگ میں بادشاہ ہوسکتا ہے ۔ گھروں میں خاوند یا باپ کو جو حکومت حاصل ہے اسے ناجائز نہ محسوس ہونے دے ۔ باپ حکومت کرتا ہے مگر بچوں کو محسوس بھی نہیں ہوتا کہ ہم پر حکومت کی جارہی ہے تم لاکھوں دیہات میں پھر جاؤ اور بچوں سے دریافت کرو تمہارا باپ کیسا ہے؟ سب کہیں گے بڑا اچھا ۔ ان سے پوچھو کیا وہ تم پر حکومت کرتا ہے ؟ تو وہ شاید اس سوال پر حیران ہو کر تمہارا منہ دیکھیں گے ۔

اسی طرح خدا تعالیٰ کی حکومت بھی نظر نہیں آتی اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہی بات ہر شخص میں پیدا ہو ۔ ہر شخص بادشاہ ہے جو اپنی رعیت کے متعلق جواب دِہ ہوگا اس سے پوچھا جائیگا کہ اس نے اپنی بیوی ، بچوں ، مزدوروں ، کلرکوں اور ماتحتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا پس ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ دیکھیں وہ اپنے دائرہ حکومت میں ایسے کام کر رہے ہیں یا نہیں جن سے ان کی تسبیح ہو اگر وہ ایسا ہے تو وہ اس آیت کے مصداق ہو جاتے ہیں ۔ (اِس موقع پر بارش شروع ہوگئی اور لوگوں میں حرکت ہونے لگی اِس پر حضور نے فرمایا ۔ جب بھی بارش ہوتی ہے تو میں توجہ دلاتا ہوں کہ افسر مسجد کے برآمدہ کو وسیع کرنیکی کوشش کریں مگر وہ بُھول جاتے ہیں ۔ خیر ان کے متعلق تو کئی شکوے میرے دل میں بھرے ہوئے ہیں اور میں کسی دن اِن کا اظہار کروں گا اس وقت میں قادیان کے محلوں والوں سے کہتا ہوں کہ وہی اپنے اپنے ہاں چندہ جمع کر کے یہ کام کرنے کی طرف متوجہ ہوں ۔ یہ مت خیال کرو کہ ہم کو

چندے زیادہ دینے پڑتے ہیں۔ دراصل مال کوئی چیز نہیں اصل چیز قربانی ہے۔ وہی مال کام آتا ہے جو خدا کی راہ میں خرچ ہو باقی جو ہو وہ ضائع جاتا ہے) پس ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہم اپنے ماتحتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ کیا ہم اپنے ملازموں سے وہی سلوک کرتے ہیں جو خدا اپنے بندوں سے کرتا ہے؟ پچھلے سے پچھلے سال ایک افسر کے متعلق میرے پاس شکایت کی گئی تھی کہ وہ ماتحتوں کو ''تُو'' کہہ کر مخاطب کرتا ہے حالانکہ وہ سلسلہ کا افسر تھا اور میں نے متواتر بتایا ہے کہ ہمارا معیار فضیلت اخلاق ہے۔ یہ افسری ماتحتی تو صرف نظام کے لئے ہے تمدنی طور پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ ممکن ہے افسر اخلاق کے لحاظ سے ادنیٰ اور ماتحت اعلیٰ ہو۔ اسی طرح ممکن ہے بادشاہ اس لحاظ سے رعایا کے بعض افراد سے ادنیٰ ہو انسانیت کے لحاظ سے چھوٹا بڑا کوئی نہیں۔ نیرو[۴] بھی تو ایک بادشاہ تھا جس کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے روم کو بالکل جلا کر راکھ کر دیا تھا اور جب شہر جل رہا تھا تو وہ کھڑا بانسری سن رہا تھا اور اس پر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اگرچہ آجکل اس واقعہ کو صحیح نہیں سمجھا جاتا لیکن سات آٹھ صدیوں تک یہ بالکل درست سمجھا جاتا رہا ہے تو ایک طرف ایسے بادشاہ بھی ہوئے ہیں اور دوسری طرف ایسے غریب بھی جو اپنا سب کچھ قربان کر کے بھی دوسروں کو بچالیں گے اور ایک قربانی کرنے والا غریب یقیناً ظالم بادشاہ سے ہزار گُنا اعلیٰ ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس افسر نے یہ کس طرح سمجھ لیا کہ ماتحت پر اُسے تمدنی طور پر بڑائی جتانے کا بھی حق حاصل ہے مجھے اس سے بہت افسوس ہؤا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک میں چونکہ بہت جہالت ہے اس لئے بعض بچے اپنے والد کو بھی اُوئے باپو! کہہ کر مخاطب کرتے ہیں لیکن ہمیں اسلام کے اخلاق دکھانے چاہئیں کیونکہ ہم نے تمدنی طور پر دنیا میں مساوات قائم کرنی ہے۔ اگر ناظر کے لئے یہ جائز ہے کہ کلرک کو ''تُو'' کہے تو خلیفہ کے لئے ناظر کو ایسا کہنا درست ہوگا مگر کیا اسے پسند کیا جائے گا؟

پس افسروں کو ماتحتوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا چاہئے کہ جس سے ظاہر ہو کہ وہ انہیں ادنیٰ نہیں سمجھتے بلکہ برابر کا ہی سمجھتے ہیں۔ ہاں انتظام کے بارے میں ماتحت کا فرض ہے کہ افسر کی فرمانبرداری کرے، اس کے احکام پر نکتہ چینی نہ کرے اور حُجّت نہ کرے کیونکہ یہ بھی بڑا نقص ہے اور مساوات کے اصول کے خلاف ہے ماتحت کا فرض ہے کہ اسے جو حکم دیا جائے اگر ضرورت ہو تو مؤدب طور پر اس کے متعلق اپنی رائے پیش کر دے اور پھر اطاعت کرے۔ ماتحتوں کیلئے ملکیت کے اعتراف کا طریق

یہی ہے کہ افسروں کی اطاعت کریں ہاں جو بات سچ ہو وہ کہہ دیں۔ جو سچی بات کو چُھپائے رکھتا ہے وہ نالائق ہوتا ہے۔ اسی طرح افسر سمجھیں کہ خدا تعالیٰ نے اگر ان کو حکومت دی ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا نمونہ دکھانا چاہئے۔ مزدور کو مزدوری وقت پر دینا بھی ضروری ہے یہ نہیں کہ بیچارے نے پیسے مانگے تو گالیاں دینے لگ گئے اور دُھڈّے مار کر نکال دیا۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی نقل نہیں کرتا اور انعامات کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اس کی ملکیت کی نقل کرتے ہیں پس اگر کوئی رعایا میں سے ہے تو اسے چاہئے اپنے حاکموں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے جو خدا چاہتا ہے اور اگر قوت حاصل ہے، افسر ہے، ہیڈ ماسٹر ہے، سپرنٹنڈنٹ ہے اور اس طرح بعض دوسرے لوگ ہیں جن کو اَوروں پر تصرف حاصل ہے تو اس تصرف کو اتنا پیارا اور میٹھا بنا دیں کہ دوسروں کو ذرا بھی گراں نہ گزرے۔ پھر یہ بھی نہیں چاہئے کہ آج ایک سے لڑائی ہوئی تو دوسرے دن اُس کے خلاف محض جھوٹی سازش شروع کر دی۔ اگر کسی سے لڑائی ہوئی ہے اور اسے معاف نہیں کر سکتے تو اختلاف کو اُس کی حد کے اندر رکھو۔ یہی بات خدا کی بادشاہت میں ہمیں دکھائی دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اُس کی تسبیح کر رہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ تم میں سے جس کو جتنی بادشاہت دے اسے چاہئے کہ اس میں اس کی نقل کرے اگر ہندوستان کا بادشاہ بنا دیا جائے تو ہندو، سکھ اور مسلمان میں کوئی تمیز نہ کرو، غریب و امیر کا خیال نہ کرو، ہندی کو اُڑا کر اردو زبردستی جاری کرنے کے منصوبے نہ کرو، یا ایک تمدن کی جگہ دوسرا تمدن، ایک مذہب کی جگہ دوسرا مذہب جبراً قائم کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ بلکہ جس طرح خدا تعالیٰ کر رہا ہے تم بھی اسی طرح کرو۔ پھر جو وزارت پر ہو اُسے چاہئے کہ اپنے دائرہ حکومت میں اللہ تعالیٰ کی جتنی نقل کر سکتا ہے کرے۔ اس سے نیچے اُتر کر سیکرٹری اور ڈائریکٹر اور دوسرے افسر سب جس قدر ممکن ہو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی نقل کریں۔

دوسری صفت یہاں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قدوس ہے۔ دنیا اُسے پاک قرار دیتی ہے۔ ملکیت کی تسبیح اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ظاہراً معاملہ صحیح ہو لیکن قدوسیت کا یہ مطلب ہے کہ دل میں بھی معاملہ صحیح ہو یعنی منافقت سے نہ ہو۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے کے پاس جاتا ہے اور وہ کہتا ہے آیئے تشریف رکھئے آپ کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی لیکن دل میں اس کے متعلق یہ ارادہ رکھتا ہے کہ موقع ملے تو اُسے تباہ کر دوں یہ بات قدوسیت کے خلاف ہے۔ قدوسیت یہ ہے کہ ظاہر و باطن

دونوں میں پاکیزگی ہو اللہ تعالیٰ قدوس ہے وہ فریب، منافقت، مداہنت اور ٹھگی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ لوگ گمراہی سے بچ جائیں یہ نہیں کہ بظاہر اچھا سلوک کرے لیکن دراصل سزا دینے کے لئے موقع کا منتظر رہے وہ جب سزا نہیں دیتا تو چاہتا بھی یہی ہے کہ نہ دے بلکہ جب دیتا ہے اُس وقت بھی چاہتا یہی ہے کہ نہ دے لیکن سزا پانے والا اپنے اعمال سے اُسے سزا دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ پس دیکھو اللہ تعالیٰ کی قدوسیت کس طرح ثابت ہو رہی ہے وہ لوگوں کے فائدہ کے لئے اور ان کو تباہی سے بچانے کیلئے نبی بھیجتا ہے بلکہ دس سال بیس سال بلکہ سَو دوسَو سال تک وہ یا ان کی جماعتیں ظلم سہتی ہیں۔ مخالف کودتے ناچتے اور ان کو طرح طرح سے تنگ کرتے اور سارا زور ان کو تباہ کرنے کے لئے صَرف کر دیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ جس کا دین ہوتا ہے سب کچھ دیکھتا ہے میں یہ تو نہیں کہتا کہ مُسکراتا ہے لیکن کہا جا سکتا ہے کہ اس کے مشابہہ سلوک اس کی طرف سے ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئے ان پر اور ان کے پیروؤں پر بڑے بڑے ظلم ہوئے اور تین سَو سال تک ہوتے چلے گئے مگر اللہ تعالیٰ کی قدوسیت دیکھو کہ وہ یہی چاہتا رہا کہ اب بھی ان کے مخالفوں کی اصلاح ہو جائے، اب بھی ہو جائے جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا، کیا خدا تعالیٰ یہ نہیں کر سکتا تھا کہ اُسی دن سب یہودی ہلاک ہو جاتے اور روما کی حکومت تہہ و بالا ہو جاتی لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ رومی بھی ویسے ہی رہے ان کی حکومتیں بھی ویسی ہی رہیں اور یہودی بھی ویسے ہی رہے، ان کے بینک، ان کی صرافیاں، ان کی تجارتیں سب کچھ ویسے کا ویسا ہی رہا اور انہیں محسوس بھی نہ ہوا کہ ہم نے کیا کیا ہے۔ انہیں اتنا بھی احساس نہ ہوا جتنا ایک چیونٹی کو مارنے سے ہو سکتا ہے بلکہ یہودی خوش تھے کہ اپنے ایک دشمن کو مار دیا ہے۔ نہ ان کے بینک فیل ہوئے، نہ تجارتیں اور نہ زراعتیں ہاں اس دن خدا تعالیٰ کا عرش ہی ہِلا اور اسے بے کلی ہوئی، رنج پہنچا تو اللہ تعالیٰ کو، تکلیف ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، تکلیف دینے والوں کو کچھ بھی نہ ہوا۔ وہ اپنی جگہ پر کہتے تھے کہ ہم نے اپنی حکومت کا زور دکھا دیا اور کون ہے جو ہمارے مقابلہ پر کھڑا ہو سکے؟ جو مقابلہ کر سکتا تھا وہ دیکھتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم مقابلہ تو کر سکتے ہیں مگر چاہتے ہیں کہ تمہاری اصلاح ہو جائے، ہم چاہتے ہیں کہ اہلِ روم ہدایت پا جائیں، ہم چاہتے ہیں کہ یہود ہلاکت سے بچ جائیں کیونکہ ہم ان کے دشمن نہیں ہیں یہ اس کی قدوسیت کی علامت تھی جو دکھاوے اور بناوٹ کا شائبہ نہیں رکھتی۔ تکلّف والا ایک حد تک چلتا ہے اور

پھر رہ جاتا ہے۔ ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک لکھنؤ کے سید صاحب اور دلی کے مرزا صاحب سٹیشن پر اکٹھے گاڑی میں سوار ہونے کیلئے کھڑے تھے اور دونوں کا خیال تھا کہ اپنے آپ کو دوسرے سے زیادہ مہذّب ظاہر کرے۔ جب گاڑی آئی تو سید صاحب کہنے لگے مرزا صاحب تشریف رکھئے۔ اور مرزا صاحب کہہ رہے تھے سید صاحب آپ پہلے سوار ہوجیئے۔ لوگ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں گاڑی نے وسل کیا تو دونوں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور سوار ہونے کے لئے ایک دوسرے کو کُہنیاں مارنے لگے۔ تو جب موقع آئے تصنّع اور بناوٹ کے اخلاق بھول جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو غضب دلانے والا موقع اِس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ اُس کے ایک نبی کو لوگوں نے سُولی پر لٹکا دیا۔ ہم مسیحیوں کے اِس مشرکانہ عقیدہ کے تو دشمن ہیں کہ مسیح خدا کے بیٹے تھے مگر ہم انہیں عظیم الشان نبی سمجھتے ہیں اور یہود نے اِس عظیم الشان نبی کو سُولی پر لٹکا دیا مگر کیا ہؤا کیا خدا نے سُولی پر لٹکانے والی حکومت کو تباہ کردیا یا سُولی پر لٹکوانے کی موجب یہودی قوم کو ہلاک کردیا؟ نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے کہا تم نے یہ بہت گندی حرکت کی ہے مگر ہم اب بھی تمہیں مُہلت دیتے ہیں کہ توبہ کرلو ممکن ہے ان میں سے بعض کو انفرادی طور پر سزا بھی دے دی ہو۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ وہ یہودی مولوی جس نے یہ فتویٰ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دیا جائے کس طرح ہلاک ہؤا ہوگا یا وہ سرکاری حُکّام جن کا اس میں دخل تھا کس طرح تباہ ہوئے؟ یہ اتنی غیر معروف ہستیاں ہیں کہ تاریخ میں ان کے حالات محفوظ نہیں مگر اس قدر عظیم الشان واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے رومیوں اور یہود کے ساتھ بہ حیثیت قوم جس رحم اور عفو کا معاملہ کیا وہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا رحم تسبیح کے لائق ہے۔ غرض رحم خدا تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے نہ کہ تکلّف سے ظاہر ہونے والی خوبی۔ پھر فرمایا **اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ** وہ غالب ہے۔ عزیزیت نیچر پر تصرف کو ظاہر کرتی ہے۔ عزیزیت وہ تصرف ہے جو جانوروں، دریاؤں، پہاڑوں اور دیگر اشیاء پر ہے۔ اس کی عزیزیت کے متعلق بھی دیکھو دنیا میں کتنی تسبیح ہورہی ہے جس طرح قدوسیت میں بتایا ہے کہ تم اپنے اندر ذاتی رأفت اور ہمدردی پیدا کرو عزیزیت میں یہ بتایا ہے کہ تمہارا غلبہ بھی ایسا ہو جیسا خدا کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا غلبہ جاری ہے مگر اس میں رأفت اور شفقت ہے کوئی چیز تم نہیں دیکھو گے جس میں کسی قسم کی نافرمانی یا بغاوت یا عہد شکنی نظر آتی ہو۔ سورج چاند رات دن اپنے کام پر لگے ہوئے ہیں۔ سنکھیا کو جو حکم دیا گیا ہے وہ اس کا ہمیشہ کیلئے تابع ہے، افیون کو حکم ہے کہ قبض کرے اور بے ہوش کر

دے سو اس کی یہ خاصیتیں برابر جاری ہیں، آگ ہمیشہ جلا رہی ہے تو عزیزیت استقلال اور دوام پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم بھی اپنے کاموں میں مستقل رہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ آج ایک شخص سنکھیا کھائے اور مر جائے لیکن کل ایک دوسرا شخص اسی طریق اور اسی مقدار میں کھائے تو اسکی صحت اچھی ہو جائے۔ لوہے کی جو خاصیت آج ہے وہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی یہ نہیں کہ آج لوہے کا جو چاقو بنایا جائے وہ چیرنے پھاڑنے کا کام دے لیکن دوسرے دن جو چاقو بنایا جائے اس میں کاٹنے کی صفت نہ پائی جائے پس اللہ تعالیٰ کی عزیزیت کو دیکھو وہ ایک منصفانہ قانون بناتا ہے اور پھر اسے جاری رکھتا ہے اور اس سے بندے کو یہ سکھاتا ہے کہ تم بھی سوچ سمجھ کر ایک بات اختیار کرو اور پھر اس پر قائم رہو۔ یہ کیا کہ آج ایک شخص کہتا ہے میری جان و مال حاضر ہے لیکن کل کہہ دیتا ہے کہ میرے رستہ میں فلاں فلاں روکاوٹیں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں بھی مستثنیات ہیں لیکن وہ خود ایک دوسرے قانون کے ماتحت ظاہر ہوتے ہیں اور ان سے دنیا میں عظیم الشان تغیر اور انقلاب پیدا ہوتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ منصفانہ قانون بناتا ہے اور پھر اسے قائم رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ بندے بھی جو بات کہیں سوچ سمجھ کر کہیں اور پھر اس پر قائم رہیں۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں اور تم نے ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا رستہ پا لیا ہے تو حکومتیں بدل جائیں، زمین آسمان ہل جائیں مگر تمہارے ایمان میں بال بھر بھی لغزش نہ آئے حتّٰی کہ موت آ جائے تو یہ عزیزیت ہے اور جو شخص اپنے اندر یہ بات پیدا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی عزیزیت کا مظہر نہیں ہوسکتا۔ دیکھو اچھا شوفر (CHAUFEUR) وہی سمجھا جاتا ہے جو موٹر کو رستہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیتا، سوار وہی اچھا ہوتا ہے جو گھوڑے کو سیدھا چلاتا ہے وہ ڈرائیور جس کی گاڑی کبھی اِدھر ہو جائے کبھی اُدھر، نالائق سمجھا جاتا ہے حقیقی سائیکلسٹ، حقیقی سوار، حقیقی ڈرائیور اور حقیقی شوفر وہی ہے جو جس طرف کا عزم کر لیتا ہے اس طرف اپنی سواری کو سیدھا لے جاتا ہے۔

شوکت تھانوی صاحب نے سودیشی ریل پر ایک مزاحیہ مضمون لکھا تھا ہمارے ملک کے مزاحیہ نویسوں میں ایک نقص ہے کہ وہ عام طور پر پھکڑ ہوتے ہیں مگر شوکت صاحب کے مضامین عام طور پر اس نقص سے پاک ہوتے ہیں۔ میں نے ان کے ایک مضمون میں صرف یہ رنگ پایا ہے اگر کسی اور میں ہو تو میرے علم میں نہیں بہرحال انہوں نے سودیشی ریل کا نقشہ کھینچا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ گویا عالَمِ خیال

میں ہندوستانیوں کی حکومت ہوگئی اور اِس کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ سٹیشن کا عملہ گاڑی کا وقت نہیں بتاتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ جب سواریاں پوری ہونگی ٹرین چلے گی اور ریل کے جانے کی جہت بھی متعیّن نہیں کرتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ جِدھر کی سواریاں زیادہ ہونگی اُدھر ٹرین جائے گی۔ اسی طرح جب گاڑی چلنے لگتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کوئلہ نہیں اور اس وقت کوئلہ منگوایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض انہوں نے ایسا لطیف نقشہ کھینچا کہ ہندوستانی کریکٹر کو ننگا کر کے رکھ دیا ہے یہ ہندوستانی کریکٹر عزیزیت کے خلاف ہے اور خدا کی جنت میں وہی داخل ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مشابہ ہو جائے۔ عزیزیت کا یہ مفہوم ہے کہ سوچ سمجھ کر اِقدام کریں اور پھر خواہ جان جائے، آن جائے، آبرو جائے، مال جائے پیچھے نہ ہٹیں، اگر ہٹنا ہے تو پہلے ہی آگے کیوں بڑھا جائے۔ بہت سے لوگ دنیا میں سودیشی ریل والا نظارہ دکھاتے ہیں کہ جِدھر کی سواریاں زیادہ ہوئیں اُدھر کا رخ کرلیا یعنی جدھر فائدہ نظر آیا اُدھر ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم احمدی ہو جاتے ہیں ہماری شادی ہو جائے، ہمیں کام مل جائے، ہمارے گزارے کی کوئی صورت پیدا کر دی جائے حالانکہ احمدیت کسی دکان کا نام نہیں بلکہ یہ تو مذہب ہے۔ مذہب کے متعلق ایسی باتیں کرنا سودیشی ریل والا نظارہ پیش کرنا ہے۔ اس کے برعکس حقیقی ریل دیکھو جس نے دس بجے روانہ ہونا ہوتا ہے کوئی سواری آئے یا نہ آئے وہ وقتِ مقررہ پر چل دے گی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مؤمن کو عزیز بننا چاہیئے۔ اگر وہ کسی عقیدہ کو قبول کرتا ہے تو اپنے آپ کو اُس کے لئے وقف کر دے۔ دھوکا بازی نہ کرے جس نے راستہ میں رہ جانا ہو وہ پہلے ہی ساتھ کیوں چلے۔

پھر فرمایا خدا تعالیٰ حکمت والا ہے بعض لوگ ہوتے ہیں کہ انہیں جب کسی کام پر لگایا جائے وہ عقل سے کام نہیں لینا چاہتے اور یہ نہیں دیکھتے کہ خدا کا ایک نبی اُٹھتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ فلاں شخص یا قوم تباہ ہو جائے گی لیکن مقررہ وقت آجاتا ہے اور ان پر کوئی تباہی نہیں آتی اور پھر وہ اعلان کر دیتا ہے کہ ان لوگوں نے توبہ کر لی تھی اس لئے بچ گئے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی حکمت کے ماتحت رستہ بدلتا ہے لیکن اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے ایک انجینئر دیکھتا ہے کہ رستہ میں ایک بلند پہاڑی ہے جس کے اوپر سے سڑک یا پٹڑی گزارنے پر بہت خرچ آئے گا تو وہ اس کے اندر سُرنگ لگا کر رستہ بنا دیتا ہے وہ اپنے مقصد کو نہیں چھوڑتا، ہاں رستہ بدل دیتا ہے اس لئے مؤمن کو بھی حکمت سے کام کرنا چاہیئے۔ استقلال کا یہ تقاضا نہیں ہونا چاہیئے کہ جس بات پر آج عمل ہے حالات بدلنے کے

بعد بھی اسے نہ چھوڑا جائے ۔ایک شخص آج ہمارا دشمن ہے اور کل وہ صلح کیلئے آتا ہے تو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ ہم مستقل مزاج ہیں ہم اس سے صلح کیونکر کر سکتے ہیں ۔ایک شخص کی شادی ہو جاتی ہے شادی سے پہلے وہ دونوں ایک دوسرے سے پردہ کرتے تھے لیکن اگر اب بھی وہ کہیں کہ ہم مستقل مزاج ہیں، پردہ کیوں ترک کریں تو یہ حماقت ہوگی ۔ یا طلاق کے بعد بھی کہا جائے کہ ہم اکٹھے رہیں گے کیونکہ ہم مستقل مزاج ہیں تو یہ بیہودگی ہوگی ۔حضرت خلیفہ اول سنایا کرتے تھے کہ ایک مولوی کی بیوی بہت تیز طبع تھی اس نے اُسے طلاق دے دی اور کہا گھر سے نکلو مگر عورت نے کہا میں تو تمہاری بیوی ہوں نکلوں کس طرح ۔اُس نے ہزار کوشش کی مگر وہ نہ نکلی آخر مولوی اسباب اُٹھا کر دوسرے مکان میں چلا گیا لیکن وہ بھی وہیں پہنچ گئی ۔آخر اُس نے شہر چھوڑ دیا اور لاہور یا کسی اور جگہ پہنچ کر مدرسہ جاری کر لیا۔کئی سال وہ وہاں کام کرتا رہا لیکن ایک صبح لوگوں نے دیکھا وہ اسباب وغیرہ باندھ کر چلنے کی تیاری کر رہا ہے۔لوگوں نے وجہ دریافت کی تو اُس نے کہا کہ رات کیا دیکھتا ہوں کہ میری سابقہ بیوی دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہو رہی ہے رات تو جُوں تُوں کر کے گذاری اب اِس شہر کو بھی چھوڑنے کا ارادہ ہے کہ اس سے نجات پاؤں ۔ پس اِس قسم کی ضد حماقت کی علامت ہے یہ استقلال نہیں ،استقلال اصول کی پابندی کا نام ہے اور ضِد بے اصولے پن کی پابندی کا نام ہے ۔استقلال کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مقصود اور عقیدے کو نہ چھوڑے یہ نہیں کہ دوست دشمن ہو جائے تو پھر بھی اس سے دوست والا ہی سلوک روا رکھے اور دشمن دوست بن جائے تو پھر بھی اسے دشمن ہی سمجھے ۔استقلال سے کام کرتے ہوئے جو تغیرات ہوں ان کے ماتحت حکمت سے کام لینا بھی ضروری ہے جس طرح سواریوں کی زیادتی پر شاہجہان پور کی گاڑی کو دہلی لے جانا بے اصولا پن ہے اسی طرح پٹڑی ٹوٹی ہوئی دیکھ کر ٹرین کو لئے جانا بھی وقت کی پابندی نہیں بلکہ حماقت کا کام کہلائے گا ۔دیکھو قرآن کریم میں لکھا ہے یہ کافر کبھی ایمان نہیں لائیں گے لیکن کچھ عرصہ بعد خالد مسلمان ہو جاتے ہیں اور تھوڑے دِنوں بعد رسول کریم ﷺ انہیں سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ کا خطاب دے دیتے ہیں ۔[۵] ابوسفیان منافقوں اور کافروں کا سردار تھا مگر کلمہ پڑھ لیتا ہے تو اس کی عزت کی جاتی ہے پس مؤمن کو حکمت سے کام لینا چاہئے ۔سؤر کی طرح بغیر سوچے سمجھے سیدھے ہی نہیں چلے جانا چاہئے اگر حکمت کے ماتحت رستہ بدلنا پڑے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہاں مقصود کو ہمیشہ سامنے رکھو جو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی تسبیح اور پاکیزگی

دنیا میں قائم ہو۔اس کی راہ میں جو روکیں ہوں انہیں دور کرو چونکہ اب وقت نہیں میں اِس تمہید پر آج کا خطبہ بند کرتا ہوں لیکن ختم کرنے سے پہلے ایک بات کہنی چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ آج مجھے ایک شکایت پہنچی ہے اور پہلے بھی پہنچی تھی کہ بعض پولیس والوں کے ساتھ بعض احمدیوں کا سلوک اچھا نہیں۔ شکایت کرنے والے کو تو میں نے کہا تھا کہ اس کی مثالیں پیش کرو لیکن جماعت کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا اصل مقصد تبلیغ ہے اور یہ کہ احمدیت دلوں میں قائم ہو جائے۔اس کی وجہ سے اگر کوئی شخص ہم سے لڑتا ہے تو ہمیں اس کی پرواہ نہیں لیکن اگر وہ صلح کے لئے آتا ہے تو چاہیئے کہ اگر وہ ایک قدم بڑھے تو ہم دو قدم اُس کی طرف بڑھیں اور ہمارا رویّہ ایسا ہونا چاہیئے کہ کسی حالت میں بھی ہم پر کوئی نکتہ چینی نہ کر سکے۔ہمیں اپنے تمام اعمال میں پاکیزگی دکھانی چاہیئے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ تم لوگ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ شکار ہے جو شیر کے کچھار میں آیا ہے ہم ان لوگوں تک کہاں اپنے مبلّغ پہنچا سکتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہاں بھیج دیا ہے اور خدا کے مہمان کی قدر نہ کرنا اچھا نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جس نے یہ اعترض کیا ہے وہ پھر بھی کہے گا کہ احمدی ورغلانے لگے ہیں مگر ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ اعلیٰ اخلاق دکھائیں اور اخلاق کی تائید میں اگر اعتراض بھی ہو تو اُسے برداشت کریں ہمیں حکم ہے کہ مسافر سے حُسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ پس اِس حکم کے ماتحت ان لوگوں سے اچھا سلوک کرنا چاہیئے لیکن احمدی کہلانے والے آوارہ گرد نوجوانوں کو ان سے ملنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ ایسے لوگوں کو بعض پولیس والے ساتھ ملا کر جھوٹ بُلوا لیتے ہیں جیسا کہ پہلے کیا جا چکا ہے۔ان کے سِوا تجربہ کار اور دیندار لوگ ان سے ضرور ملا کریں۔ وہ اگر کوئی جگہ دیکھنے آئیں تو دکھانے کے لئے ساتھ آدمی مقرر کر دیئے جائیں، اگر کوئی قرآن کریم یا دوسری دینی کتب پڑھنا چاہے تو اسے پڑھایا جائے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے بعض لوگ قرآن کریم پڑھتے بھی ہیں یا گزشتہ پانچ سات روز ہوئے پڑھتے تھے آج کا علم نہیں۔ پس جو چاہیں ان کے لئے پڑھنے کا انتظام کرو اور دُنیوی آرام کے لئے جہاں تک ممکن ہو ان کی مدد کرو۔جس امر پر آج ہمیں رنج ہے وہ تو صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت پر حملہ کا سوال ہے ورنہ ہم تو دشمن سے بھی اچھا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ان لوگوں میں سے سارے بُرے نہیں ہیں اگر ان سے اچھا سلوک نہ ہو تو پھر بے شک کہیں گے کہ ہمارے مولوی ٹھیک کہتے تھے کہ احمدی اچھے نہیں ہوتے احمدی واقع میں بُرے ہیں لیکن اگر نمونہ اچھا ہو تو جس جگہ بھی یہ لوگ جائیں

گے تعریف کرینگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک عرب سوالی یہاں آیا آپ نے اسے ایک معقول رقم دیدی۔ بعض نے اس پر اعتراض کیا تو فرمایا یہ جہاں بھی جائیگا ہمارا ذکر کرے گا خواہ دوسروں سے زیادہ وصول کرنے کے لئے ہی کرے مگر دُور دراز مقامات پر ہمارا نام پہنچا دے گا تو حُسنِ سلوک تعریف کرواتا ہے اس لئے پولیس والوں سے بھی حُسنِ سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی کچھ پوچھتا ہے تو یہ کیوں فرض کرلو کہ جاسوسی کے لئے ہی آیا ہے بلکہ اسے سمجھاؤ کہ ہم سب کے خیر خواہ ہیں اور ہمارے متعلق یونہی بدظنی کی جاتی ہے۔ اگر پانچ میں سے ایک کی سمجھ میں بھی یہ بات آجائے تو یہ بہت اچھی بات ہے پس اپنا رویّہ خدا تعالیٰ کی صفات کے مطابق رکھو۔ پولیس والے ابوجہل سے بھی تو بُرے نہیں ہیں اس لئے ان سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ان سے ملو اور انہیں بتاؤ کہ ہمارے نزدیک افسری ماتحتی کوئی چیز نہیں۔ انسانیت کے لحاظ سے سب برابر ہیں اور انسانی لحاظ سے ہمارے نزدیک ایک کمشنر اور ایک کانسٹیبل (CONSTABLE) دونوں برابر ہیں۔ ایک دفعہ ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس چائے پر میرے ہاں آئے۔ ان کے ساتھ ایک سب انسپکٹر بھی تھے۔ میں نے کہا انہیں بھی بُلا لیا جائے۔ اس پر مجھے بتایا گیا کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے یہ امر پسند نہیں کیا۔ میں نے کہا خیر یہ ان کی اپنی تفریق ہے ورنہ ہمارے لئے تو سب برابر ہیں۔ ہاں نیکی کے لحاظ سے فرق ہو تو ہو ورنہ سلوک ہمارا سب سے اچھا ہوگا۔ جو شخص کمشنر سے ڈر کر اس سے اچھا سلوک کرتا ہے اور سپاہی سے اس لئے انسانیت کے ساتھ پیش نہیں آتا کہ وہ اٹھارہ انیس روپیہ کا ملازم ہے وہ روپیہ کی عزت کرنے والا ہوگا انسانیت کی نہیں۔ پس چاہئے کہ ہمارا سب سے اچھا سلوک ہو، تا کوئی ہمارے متعلق بُرا اثر لے کر نہ جائے۔ چاہئے کہ یہ لوگ باہر جا کر کہیں کہ احمدی اچھے حاکم ہیں، ان میں ذاتی نیکی پائی جاتی ہے، وہ گواہی دیں کہ احمدی بڑے عزیز ہیں مستقل مزاج ہیں۔ ہم نے ان میں سے بعض کو روپے دیکر پھسلانا چاہا مگر کسی نے ہماری نہیں سنی، وہ حکیم ہیں جو بات بھی کرتے ہیں ایسی ہی کرتے ہیں جس میں اپنا بھی اور غیروں کا بھی فائدہ ہو، یونہی دھینگا مشتی نہیں کرتے۔ یہ نمونہ دکھاؤ پھر دیکھو ان میں تبلیغ کس طرح ہوتی ہے، یہ نہ کرو کہ بعض کی غلطیاں سب کی طرف منسوب کرو۔ ورنہ تم بھی انہی حُکّام کی طرح کے ہو جاؤ گے جو کبھی تو جھوٹ بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے ہیں اور کبھی ایک احمدی کی غلطی ساری جماعت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ جس کے ساتھ مخالفت ہو اُسے بھی اُس کے

دائرہ میں محدود رکھو پھر ہر شخص تمہاری تعریف کرے گا۔ یہ جو میں نے بیان کیا ہے یہ تو تمہید تھی بقیہ حصہ اِنْشَاءَ اللّٰہ اگلے ہفتہ بیان کروں گا اِس وقت پھر نصیحت کرتا ہوں کہ دنیا کو اخلاق سے فتح کرو۔ اخلاقی اعتراض کی زد بڑی سخت ہوتی ہے توپوں اور گولیوں سے زیادہ اس بات کو اپنے لئے خطرناک سمجھو کہ کہا جائے کہ احمدی فریبی ہیں یا جھوٹ بولتے ہیں۔ اپنے اخلاق سے ثابت کرو کہ تم ہی وہ قوم ہو جسے خدا تعالیٰ نے چُن لیا ہے جو خدا تعالیٰ سے محبت کرتی ہے اور جس سے خدا محبت کرتا ہے۔

(الفضل ۲۶ ؍فروری ۱۹۳۵ء)

---

۱ الجمعة: ۲ تا ۹

۲ UNDER THE ABSOLUTE AMIR by Frank A. Martin P.203-204

۳ بخاری کتاب النکاح۔ باب اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا۔

۴ نیرو: پورانام۔ نیروکلاڈیس سیزر (NERO CLAUDIUS CASESAR) رومی شہنشاہ۔ ایگری پینا روم کا بیٹا۔ اس نے ماں اور بیوی کو قتل کرایا۔ رومہ کو آگ لگانے کا ذمہ دار بھی اسی کو ٹھہرایا جاتا ہے، لیکن اس نے آگ لگانے کا ذمہ دار عیسائیوں کو ٹھہرا کر انہیں ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ اس کے خلاف ایک شورش کامیاب ہونے کو تھی کہ اس نے خودکشی کر لی۔ اسے شاعر اور فنکار ہونے کا بڑا زعم تھا۔ (اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد ۲۔ صفحہ ۱۷۶۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء)

۵ بخاری کتاب فضائل اَصْحاب النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم باب مناقب خالد بن الولید رضی اللّٰہ عنہ